اشعارِ غالب کے تراجم: تجزیات، تقابل اور حواشی

محمد قاسم

ABSTRACT:

The urdu classical poetry abounds in numerous notable artistic exertions. However, much a less endeavors have been done to make these civilizational assets accessible in international lingual mediums. Mirza Asadullah Khan Ghalib is the only poet whose inmost thoughts and ideas have reached in western literary circles through a number of translations. Although these translations of ghalib appeared to be devoid of his true essence, however increasing tendency of translating ghalibs poetry in east and west, beyond the boundaries, time and place, is the testimony to the fact that strivings of translators and commentators have not gone in vain. This article is the first unique, integrated and analytic study in terms of comparison of ۲۸ translations and annotations about interpretators. In the galaxy of these translators we can see poets,writers,critics, orientalists, journalists, scientists etc, people from all walk of life from Pakistan, India, USA,UK. Today their work is available to us but these translators have been lost in the dust of time.the article under review attempts to searchout and compile the profile of these translators.

Key words: Ghalib, Classical Ghazal, English, ۲۸ Translations, Analysis, Comparative Study, Annotations

عظیم شاعری فرد کے احساسات کی جہاں تنظیم کرتی ہے وہیں انہیں نئے احساس سے روشناس کرانے کا وسیلہ بھی بنتی ہے اور پھر ان احساسات کو شائستگی اور پاکیزگی عطا کر کے فطرت اور تہذیب سے ہم آہنگ کرتی ہے۔ غالب کی شاعری بھی عظیم ہے، وہ ان معانوں میں کہ غالب نے تخلیقی جوہر، اجتماعی حافظہ اور اختراعاتِ شعری سے اپنی الگ شعری کائنات خلق کی ہے۔ غالب کی عظمت کا انحصار اس بات پر ہے کہ اس نے زندگی پر اپنی آنکھ سے نظر کی ہے اور وہ ہماری تہذیب کی بنیادی قدروں کے ترجمان ہیں۔ برعظیم نے جو ثقافت صدیوں میں پیدا کی، غالب کی

شخصیت اور شاعری میں اس تہذیب کا دل دھڑکتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ کلامِ غالب اسی تہذیب و ثقافت کا ایک بیش بہا سرمایہ ہے۔

غالب کی شعری کائنات ایسی متنوع، نیرنگ اور استعجاب انگیز ہے کہ اس کے آئینہ خیال میں گزرنے اور آنے والی دور کی تصویریں دیکھی جا سکتی ہیں۔ اور اسی باعث کلامِ غالب ہماری ذہنی، روحانی اور جذباتی ضرورتوں کی تکمیل کا ایک وسیلہ بھی بن پاتا ہے۔ اس حوالے سے ڈاکٹر آفتاب احمد (۱۹۲۳ء-۲۰۰۵ء) نے لکھا ہے:

> "میر اور اقبال کی دنیاؤں کے مقابلے میں مجھے غالب کی دنیا عام انسانوں کی دنیا نظر آتی ہے۔ اس میں امید و بیم بھی ہے اور شکر و شکایت بھی۔ "مرغِ اسیر" کی سی کوشش بھی ہے اور "حسرتِ تعمیر" بھی۔ یہاں بہار کے پھول بھی کھلتے ہیں اور خزاں کے پھول بھی۔ درد و غم کی کسک بھی ہے اور زندگی سے لطف و انبساط اٹھانے کی خواہش بھی۔ حسنِ طبیعت اور ذوقِ جمال بھی ہے اور حسین مزاح و ظرافت بھی۔ مختصر یہ کہ غالب کی دنیا ہماری آپ کی جانی پہچانی دنیا ہے۔ اس کی فضا میں آدمی آسودگی کے ساتھ کھل کر سانس لے سکتا ہے۔"[۱]

غالب کی دنیا کے بہار و خزاں کے پھول، درد و الم کی معتنی اور زندگی سے رس اور روح کشید کرنے کی خواہش ہی ہر کسی کو غالب کے قریب لے آتی ہے۔ اس جانی پہچانی دنیا سے ایک گونہ قرب ہی کا باعث، غالب کی ترجمانی کا مظہر ہے۔ غالب کے تراجم کی بنیاد میں فی الاصل یہی جذبات کارفرما ہیں جن کے طفیل غالب کے تراجم کی ایک مستحکم روایت دکھائی دیتی ہے۔ اس روایت کا اظہار اور فروغ غالب کے آئینہ خیال میں اپنی ذات کا عکس دیکھنے ہی کی ایک خواہش ہے۔

زیر نظر مقالہ میں کلامِ غالب کے تراجم کے تقابل و تجزیہ کی مساعی کی گئی ہے تا کہ تقابل و تجزیات کی صورت میں ترجمہ نگاروں کے مذاق و بساط کی جلوہ نمائی کے ساتھ ساتھ معیاری نمونوں کی عکاسی ہو سکے۔ اس تقابلی مطالعہ سے یہ بات بھی واضح ہو پائے گی کہ وہ کون سے مترجمین ہیں جو غزل کی کلاسیکی روایت، اس کی شعریات، مناسبات اور رعایات سے کس حد تک واقف ہیں، اور انہیں متنِ غالب کی نمائندگی میں کس قدر کامیابی میسر آ سکی ہے۔ گنجینۂ معانی کے طلسم کو ترجمہ کی گرفت میں لانے کے لیے عبارت، اشارت اور اداشناس ہونا ازحد لازم ہے۔

"سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہو گئیں
خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہو گئیں"[۲]

"Not all, but some have appeared as tulips and roses,
Much beauty must there be concealed in the earth!"[۳]

"Not all but only few
As roses and lies [sic] do grace
This world after death
What fair faces still lie hid in thePlace!"[۴]

"The swaying cypress and the fragment rose
Are loveliness, sprung from death's repose,
While much is hidden, some are exposed,
Death's door to beauty is never closed."[۵]

"Do not speak of all, but quite a few manifested themselves in flowers and roses,
What beauties there must have been which were laid down in graves."[۶]

"Where are they all? Some raise their heads
As tulips and the rose
What faces must have decked the earth
That under it repose?"[۷]

"Not all, but some have come up as the tulip and the rose!
What beautiful faces must have been laid in the dust , Never to come up again."[۸]

"Though some may reappear as flowers, how sad to contemplate,
The lovely faces that have vanished in the dust!"[۹]

"Of the multitude sliding into the dust below
Only a few could sprout as poppy and rose;
But the loveliness of those faces
That were laid in eternal rest, who knows"[۱۰]

"Perhaps in the silken luster of the lotus
And the seductive fragrance of the rose
Are reincarnated a few of the beautiful ones
Who once bewitched the world.
But where, where indeed have gone
All the rest?
Have they all been swallowed
By the Python of Time."[۱۱]

"Where are they now?
(tho' some reappear as tulip and rose),
What faces hide beneath the dust."[۱۲]

"Not all, but only a few, are revealed in the rose and the tulip;
What faces those must have been that have gone (been hidden) under the dust!"[۱۳]

"Not all, only a few, return as the rose or the tulip
What faces there must be still veiled by the dust!"[۱۴]

"A few, not all are manifested
In the rose and the tulip;
What fair faces those must have been
That now in dust are shrouded."[۱۵]

"Not all, but few, fire faces that went into entombment
Resurfaced as hyacinth and rose to whole world's amazement."[۱۶]

"Ye that once lived, and now lost are whose traces,
Laid in the dust forever to rest.

Is it some of these lost faces
Are in the poppy and rose manifest?"[۱۷]

"The Rose, with its redolent Patels [sic]
The water lily with its robe of virgin white
These have surely come to us in transmigration
Of but a few of those
Endowed with sublime beauty and grace.
Some embrace death to sprout again
But most, forever in dust remain"[۱۸]

" Only a few face show up as roses; where are the rest?
The dust must be concealing so many poets and saints"[۱۹]

"Not all, though some, have sprung again
In shapes of beauteous blooms.
Unseen are myriad glories which
Will stay forever entombed." [۲۰]

"Not all have shown up but a few
As a tulip or a rose;
Under the dust they are hidden
What faces must be those." [۲۱]

"Where are they all? Some bloom again as tulips or as roses
There in the dust how many forms forever lie concealed!"[۲۲]

"Where are they all? Some bloom again as tulips and roses;
What images may lie in the dirt that remain hidden from us?"[۲۳]

"Not all, of course, a few appear, in the tulip and the rose,
How many beauteous shapes must this dusty earth enclose"[٢٤]

"Some have turned to roses and tulips, where are the rest?
What beauteous shapes lie concealed beneath the shroud of dust."[٢٥]

"Not everything, a few were displayed in that red flower
The earth hide some marvelous faces in her bowels."[٢٦]

"A few not all, appeared in the roses and the daffodils
Those must even [sic] beauties now shrouded in the dust" [٢٧]

"Not all (save) a few got sprouted in the guise of tulip and bloom,
What (comsely) figures might have lived that melted into the dust" [٢٨]

"As beautiful flowers come out they must,
They lovely women that lie in the dust."[٢٩]

غالب نے لالہ و گل کی رعنائی کو حسین صورتوں سے مربوط کر کے دکھایا ہے۔ لالہ و گل کی رعنائی اور خوبصورتی دیکھ کر شاعر کو خیال آتا ہے کہ ایسی چیزیں تو صرف خاکِ حسیناں سے ہی پیدا ہو سکتی ہیں، اور یہ کیسی کیسی صورتیں زمین کا رزق بن چکی ہیں جنہوں نے نمودِ نو کے لیے لالہ و گل کی شکل اختیار کی، اور پھر یہ کہ جتنے حسین خاک اوڑھ کر سو چکے ہیں، سب کو ان گلوں کی شکل میسر نہیں ہو سکی یعنی کچھ ہی جلوہ نما ہونے میں کامیاب ہو سکے۔ شعر کے لہجے میں اک تاسف، ایک درد کا احساس ہے جو لالہ و گل کی شکلوں کو دیکھ کر نمایاں ہو جاتا ہے۔ غالب نے اس پورے منظر نامے سے بے ثباتی دنیا کا ایک نقشہ کھینچ کے رکھ دیا ہے۔

مترجمین نے اس شعر کو ترجمہ کرتے ہوئے متعدد انداز اختیار کیے ہیں۔ کہیں لفظی انداز ہے تو کہیں منظوم ترجمہ دکھائی دیتا ہے اور کہیں کہیں تشریح و تفسیر کی جلوہ گری ہے۔ دو مصرعوں کے ترجمے میں دو سطور سے لے کر آٹھ سطور تک کا ترجمہ بھی دکھائی دیتا ہے۔

عبداللہ انور بیگ[۳۰] کے ترجمے میں غالب کے متن کی نمائندگی تو ہو پا رہی ہے لیکن صورتوں کے لیے Beauty کا لفظ نامناسب معلوم ہوتا ہے۔ صورت کے ساتھ لالہ و گل کی جو نسبت غالب نے قائم کی ہے وہ Faces کے لفظ سے نمایاں ہو سکتی تھی۔

لکھن پال[۳۱] نے مذکورہ شعر کا ترجمہ کرتے ہوئے گل و لالہ کو محض "گل" تک محدود کر دیا ہے اور "لالہ" کو فراموش کر دیا ہے، جس باعث معانی کی تاثیر میں کمی ہوئی ہے۔ علاوہ ازیں This world after death کے الفاظ بھی تشریحی نوعیت کے ہیں، جبکہ قافیہ پیمائی کے باعث لکھن پال کو Place کا لفظ کھپانا پڑا ہے جو "خاک" کا متبادل کسی طور نہیں ہو سکتا۔ خاک کہاں اور Place یعنی "جگہ" کہاں؟۔۔

صوفیہ سعد اللہ[۳۲] نے لالہ و گل کی معنویت پر نہ غور کیا اور نہ ہی اس کو ترجمے کا حصہ بنایا بلکہ اسے سرو و گل میں تبدیل فرما دیا اور وہ بھی جھومتے ہوئے صنوبر میں، جبکہ Death's door to beauty is never closed کے الفاظ متن سے مکمل طور پر انحراف ہی کی ایک صورت ہیں۔ خوبصورتی و حسن پر موت کا دروازہ کبھی بند نہیں ہوتا، اس خیال کو متن سے کیا تعلق ؟۔

مالک رام[۳۳] نے مذکورہ شعر کا ترجمہ کرتے ہوئے Do not speak of all کے الفاظ برتے ہیں جو لہجے و کلام کرنے سے وابستہ ہیں۔ جبکہ غالب کے شعر میں بولنے اور کلام کرنے کا کوئی قرینہ موجود ہی نہیں ہے اور موصوف نے لالہ کے لیے flowers ترجمہ کیا ہے جو نامناسب ہے اور متن سے بے متعلق بھی۔ شاعر نے جب لالہ و گل کو منتخب کیا ہے تو مترجم پر لازم ہے کہ وہ بھی انہیں بعینہٖ ترجمہ کرے، جبکہ خاک کے لیے بجائے graves کے earth ہوتا تو موزوں ہوتا۔

احمد علی[۳۴] نے اس شعر کا ترجمہ نہایت عمدگی سے کیا ہے۔ احمد علی نے متن کے مفہوم اور اس کی رعایات کو سمجھتے ہوئے شعری لہجے کو بھی سمونے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ بالخصوص نمایاں ہونے کے عمل کو some raise their heads, as the tulips and the rose کے الفاظ میں بڑی ہی عمدگی اور تاثر کے ساتھ نمایاں کیا ہے۔ خاک میں صورتوں کی پنہائی اور پھر ان میں سے کچھ کی لالہ و گل میں جلوہ نمائی پوری طرح

ترجمہ میں واضح ہے۔ احمد علی نے دونوں مصرعوں کے استفہام کو مکمل طور پر ترجمہ میں بر قرار رکھا ہے جو بڑی خوبی ہے۔

فیاض محمود[۳۵] نے پہلے مصرع میں کچھ کے لیے some کا لفظ برتا ہے جو مفہوم کی نمائندگی اس حد تک نہیں کرتا جس حد تک لفظ few کرتا ہے، اس لفظ کے مطلب میں کمی اور تخفیف کا عنصر نمایاں ہے جو some میں نہیں ہے۔ جبکہ دوسرے مصرع میں 'never come up again' کے الفاظ برتنے سے ترجمے میں قطعیت کا رنگ غالب ہو گیا ہے جو متن سے میل نہیں کھاتا۔ متن میں جو استفہامیہ ہے اس کو نظر انداز کر کے قطعی صورت عطا کر دینا نامناسب ہے۔

مجیب[۳۶] نے مذکورہ شعر کے ترجمہ میں لالہ و گل کو flowers کہہ کر ان کی معنویت اور خوبصورتی کے تاثر کو بہت حد تک کم کر دیا ہے۔ لالہ و گل کی رعنائی کو ہر پھول پر قیاس کیا ہی نہیں جا سکتا جبکہ contemplate یعنی غور و فکر / جائزہ وغیرہ کے مفاہیم بھی قطعاً غیر متعلق اور بے محل ہیں۔

اندر جیت لال[۳۷] نے "خاک میں کیا صورتیں ہوں گی" کے لیے 'of the multitude sliding into the dust' ترجمہ کیا ہے، "کیا صورتوں" کے استفہام کو مترجم نے غلط قیاس کیا اور اسے multitude یعنی انبوہ اور ہجوم میں گنوا دیا۔ 'کیا صورتوں' کے استفہام کو انبوہ اور ہجوم سے نسبت ہونے کی بجائے تنوع اور خوبصورتی سے کلام ہے۔ یعنی کیسی کیسی حسین اور دل کش صورتیں خاک اوڑھ کر سو رہی ہیں، اس کو انبوہ اور جم غفیر سے کیا علاقہ؟

داؤد کمال[۳۸] نے اس شعر کو ترجمے میں ایسی وسعت، ایسی شرح و تفسیر عطا کی ہے جو اپنی مثال آپ ہے۔ اولاً تو لالہ کو lotus بنا دیا اور یہ رعایت ملحوظ ہی نہ رکھی کہ "لالہ" کو "کنول" کے پھول سے کوئی نسبت ہی نہیں ہے۔ لالہ زمین / خاک میں کھلنے والا پھول ہے جبکہ lotus کیچڑ اور دلدلی زمین پر کھلنے والا۔ پھر گلاب کے پھولوں کی دل لبھانے والی خوشبو کا بھی تذکرہ کیا۔ اور پھر ان سب کا وقت کے اژدھے کے منہ سے نگلے جانا، سب کا سب کمال ہے جناب داؤد کمال کا۔ غالب نے خاک کی نسبت اور اس سے رعایت گل و لالہ اور حسینانِ خاک کے درمیان جو معنوی علاقہ قائم کیا، مترجم نے اس کو کمال مہربانی سے خاک میں ملا دیا۔

قرۃ العین حیدر[۳۹] نے مذکورہ شعر کو مختصر مگر جامع انداز میں ترجمہ کیا ہے اور استفہامِ متن کو بھی بر قرار رکھنے کی کوشش کی ہے۔

اعجاز احمد[۴۰] نے مذکورہ شعر کو لفظی صورت میں ترجمہ کیا ہے جو متن کی نمائندگی میں نمایاں ہے۔

ایڈرین رچ[۴۱] نے اس شعر کے ترجمے میں مفہوم کو مقدم رکھا ہے اور بالخصوص 'خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہو گئیں' کو عمدگی سے ترجمہ کیا ہے، پنہاں ہونے کے مفہوم کے لیے veiled استعمال نہایت عمدہ ہے۔ یعنی 'خاک کا پردہ' عمدہ ترجمہ ہے اور مفہوم متن کی نمائندگی میں بھی کامیاب ہے۔

یوسف حسین خان[۴۲] کا ترجمہ اگرچہ مناسب ہے لیکن خاک میں پنہاں ہونے کے مفہوم کے لیے shrouded کی بجائے veiled استعمال کیا جاتا تو بہت مناسب ہوتا کیونکہ چھپنے کو پردے سے مناسبت ہے۔ کفن کا لفظ یہاں جچتا نہیں۔

خواجہ طارق محمود[۴۳] نے مذکورہ شعر کا منظوم ترجمہ تو کر دیا لیکن نہ تو معانی پر ان کی گرفت ہے اور نہ ہی مفہوم پر توجہ۔ موصوف نے "لالہ و گل" کا ترجمہ بھی نامناسب کیا ہے۔ لالہ کے لیے Hyacinth کا لفظ متبادل کے طور پر برتا گیا ہے جو سنبل کی طرح کا ایک درخت ہے۔ سنبل کہاں اور لالہ کہاں؟ جبکہ "گل و سنبل کا مکرر آنا، دنیا کے لیے تعجب خیز ہے" کو بھی متن سے کوئی رعایت نہیں ہے۔ محض قافیہ پیمائی کا شوق تو پورا ہو گیا لیکن متن کے معانی بھی ساقط ہو گئے۔ مترجم نے شعر کی مجموعی فضا کو سمجھا ہی نہیں اور amazement کا لفظ برت کے مفہوم کو خلط کر دیا ہے۔

پریما جوہری[۴۴] نے مذکورہ شعر کا ترجمہ کرتے ہوئے "گل و لالہ" میں نمایاں ہونے کو خاک میں پنہاں ہونے والی صورتوں کا سوالیہ بنا کر، متن غالب کے استفہام کو فراموش کر دیا ہے۔ یعنی "Is it some of these lost faces?" کا نہ تو کوئی ربط ہے اور نہ ہی کوئی محل۔ علاوہ ازیں خاک میں پنہاں ہونے کا ترجمہ بھی ناقص ہے۔

ریاض احمد[۴۵] نے اس شعر کو ترجمہ میں غیر ضروری تشریح کی صورت عطا کر دی ہے۔ گل لالہ کو مترجم نے کنول و نیلوفر کے روپ میں دیکھ کر متن میں خاک کے لفظ کو فراموش کر دیا ہے۔ حالانکہ کنول کا پھول تو کیچڑ میں نمو پاتا ہے، اسے خاک سے کیا نسبت؟ اور طرفہ تماشا یہ ہے کہ اس کے سفید رنگ کو کنوارے پن کی صفت بھی عطا کر دی ہے۔ اس کے علاوہ 'endowed with sublime beauty and grace' کے الفاظ متن سے لاتعلقی کا اعلان فرماتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ endowed کے معانی تحفہ / ہبہ کے ہیں جو بے محل و بے علاقہ ہیں۔

رابرٹ بلائی[۴۶] نے مذکورہ شعر کے ترجمہ میں اس قدر تصرف کیا ہے کہ خاک میں نہاں صورتوں کو چشمِ تخیل کی بنا پر شعرا اور صوفیاء میں تبدیل کر دکھایا ہے۔

ٹی-پی-اسرار[۴۷] کے ترجمہ میں لالہ و گل کو خوبصورت پھولوں کی شکل میں دیکھا گیا ہے جبکہ صورتوں کے لیےglories کا لفظ برتا گیا ہے جو متن کے شایان شان نہیں ہے۔ اور خاک میں صورتوں کے نہاں ہونے کا تاثر بھی ترجمے میں موزوں طور پر نہیں آسکا۔

مطلوب الحسن[۴۸] کا ترجمہ عمدہ ہے اور لفظی و منظوم کے لوازم کے باوجود متن کی نمائندگی میں کامیاب ہے۔

رالف رسل[۴۹] کا ترجمہ بہت عمدہ ہے۔ بالخصوص نمایاں ہونے کو 'bloom' سے واضح کر کے تاثر میں اضافہ کیا گیا ہے۔ اور again کے لفظ سے حسین صورتوں کے ظہور تازہ کی طرف ذہن منتقل ہو پاتا ہے جو ترجمے کی کامیابی پر دلالت کرتا ہے۔

سرفراز نیازی[۵۰] نے ترجمہ میں 'صورتوں' کے لیے 'images' کا لفظ استعمال کیا ہے جو نامناسب ہے۔ نقش / نقوش اور تصویروں کے لیے اس لفظ کا استعمال موزوں ہے، صورتوں کے لیے نہیں۔ جبکہ خاک کے لیے dirt کا لفظ قطعی طور پر نامناسب و ناموزوں ہے۔ خاک استعارہ ہے زمین کا، اس کو dirt کیسے کہا جا سکتا ہے؟ اس لفظ کا مفہوم میل کچیل اور دھول و گرد کے مفاہیم رکھتا ہے اور یہاں ان مفاہیم کی کوئی گنجائش نہیں ہے جبکہ ترجمہ میں 'us' کا لفظ بھی غیر ضروری ہے۔

ثروت رحمان[۵۱] کے ترجمہ میں dusty کا لفظ غیر ضروری و نامناسب ہے۔ جب earth کا لفظ برت لیا گیا تو dusty کی ضرورت کیونکر پیش آئی؟

کے-سی-کینڈا[۵۲] نے 'خاک' کے لیے 'shroud of dust' ترجمہ کیا ہے جو نادرست ہے۔ 'دھول کا کفن' کہاں اور خاک کہاں؟ زمین کا کفن کہا جاتا تو شاید بات بن جاتی لیکن دھول کا کفن کیا معانی رکھتا ہے؟۔

گلزار[۵۳] نے اس شعر کے ترجمہ میں 'سب کہاں' کا نہایت ہی بھونڈا ترجمہ کیا ہے۔ 'سب کہاں' کو صورتوں سے معنوی ربط ہے۔ مترجم نے اسے فراموش کرتے ہوئے اس کا ترجمہ 'not everything' کر دیا ہے۔ یعنی 'ہر شے'۔ اور یہ خیال ہی نہیں کہ ایسا کرنے سے مفہوم ساقط ہو جائے گا۔ بات صورتوں کی ہو رہی ہے، ہر شے کی نہیں۔ علاوہ ازیں لالہ و گل کی معنویت اور رعنائی کو پسِ پشت ڈالتے ہوئے محض 'Red flower' ترجمہ کر دیا گیا ہے اور جمع کے صیغہ کو واحد میں تبدیل کر دیا ہے کہ بات پھولوں سے پھول پر جا کر ختم ہوئی ہے۔ یہ ترجمہ نہایت ہی فضول ہے۔

راجندر سنگھ[۵۴] نے بھی گل و لالہ کا غلط ترجمہ کرتے ہوئے اسے 'daffodils' بنا دیا ہے۔ گل نرگس کہاں اور گل لالہ کہاں؟

شوکت جمیل[۵۵] کے ترجمہ میں lived کا لفظ بے محل ہے اور melted کے لفظ سے پنہاں ہونے کا مفہوم اخذ نہیں کیا جا سکتا۔ نہاں ہونا اور مستور ہونا الگ بات جبکہ melted یعنی تحلیل ہو جانا ایک الگ مفہوم رکھتا ہے۔ دونوں کو آپس میں ربط ہی نہیں۔

خالد حمید شیدا[۵۶] نے حسب عادت اور حسب ذوق اس شعر سے وہی معانی بر آمد کیے جو انہیں مطلوب تھے یعنی عورت کے۔ لالہ و گل کی رعنائی میں انہیں عورت ہی کی جلوہ نمائی مطلوب ہے۔ علاوہ اس کے متن کے استفہام کو بھی ترجمے کی صورت گری میں بار نہیں مل سکا۔

غالب کے اس شعر کے مندرجہ بالا تمام تراجم میں سب سے اعلیٰ و معیاری ترجمہ احمد علی کا ہے جس میں انہوں نے متن کے مفہوم، تاثر اور عایات کی عمدگی سے نمائندگی کی ہے۔ بالخصوص استفہامِ متن کو کامل طور پر نمایاں کیا ہے اور کوئی غیر ضروری و بے محل لفظ بھی نہیں برتا۔ احمد علی کے علاوہ رالف رسل، ایڈرین رچ اور قرۃ العین حیدر کے تراجم بھی عمدہ ہیں۔ لیکن سب سے معیاری ترجمہ احمد علی ہی کا ہے۔

"نیند اس کی ہے دماغ اس کا ہے راتیں اس کی ہیں
تیری زلفیں جس کے بازو پر پریشاں ہو گئیں"[۵۷]

"Sleep is, mind is his and nights are his
On whose arms thy locks have been disheveled!"[۵۸]

"Who is above all lovers blessed?
Who sleeps a sweet memorized sleep?
Who loves the night more than the day?
Whose fancy flies on silken wings?
And who has reason to be proud?
Tis he o'er whom thy bosom leans
And leaning, lets thy tresses fall
About his arms and face."[۵۹]

"His the pleasure of night
His the sleep, his the pride

Around whose neck you sight
Your hair loose in the amour, these to abide."[10]

"His is the night
Of sheer delight
He-- who has your tangled tresses
For love's passion – wild caresses!"[11]

"Enviable is his sleep, great his luck and happy his nights,
On whose arms your tresses fell and got spread."[12]

"To him alone belong the nights
Sleep and happiness
On whose arms your waving hair
Has spread in wantonness."[13]

"Sleep belongs to him, pride is his share, the nights are his
On whose shoulders and arms your long tresses were spread (during sleep)"[14]

"His the night of joy
His the slumber, composure or conceit;
His the arms on whom disheveled rest
Your tresses, O what treat!"[15]

"A million times more fortunate than I,
Is he upon whose shoulders
Cascade your unraveled silken tresses
Sound is his sleep and lucid his mind
Serene are his dreams
And blessed his nights."[16]

"To him comes sleep, belongs the mind (peace of mind), belong the nights
On whose arm you spread your hair."[67]

"Sleep is his and peace of mind, and the nights belong to him
Across whose arms you spread the veils of your hair."[68]

"His is the sleep his the desire
And his are all the nights
On whose embracing arm
Thy tresses lie disheveled"[69]

"He alone enjoys a good sleep, mental composure and joyous nights
Whose arms carries over it thy disheveled lock."[70]

"His are peace and rests of nights
His all the pride
His are love's delights
By whose adoring side
You sit; on whose arms your lovely hair scatters…
This is all that matters."[71]

"The man on whose arm your hair is spread out
Owns three things: sleep, a quiet mind, and night"[72]

"For him the sleep, for him the night
For him the swollen head,
Who has the luck, that is on his arm
Thy tresses may be spread."[73]

"Sleep is for him, and pride for him, and nights for him,

Upon whose arm your tresses all disheveled lay."[۷۴]

"The sleep is his, the happiness is his, and the nights belong to him
On whose shoulders did your tresses spread wantonly"[۷۵]

"He sleeps truly, he awakes, the scented nights are his,
In whose arms your scattered locks their perfume disclose."[۷۶]

"Enviable, indeed, his sleep, his self-pride, his nights
On whose arms recline your locks, disheveled , dispersed"[۷۷]

"His sleep, his mind and his night are indeed covetable
On whose shoulders thy tresses went unfurled."[۷۸]

"And I also think it is not very fair
On my rivals arm when she spreads her hair."[۷۹]

غالب کے اس شعر میں زلفوں کی پریشانی، نیند اور رات کا تذکرہ فی الاصل جوشِ اختلاط کی طرف اشارہ ہے۔ تمام مترجمین نے اسے اپنے تئیں ترجمہ کرنے کی کوشش کی، کہیں حد سے زیادہ تفصیل اور کہیں معانی و مفہوم کی نمائندگی میں تشریح و توضیح کا سا انداز دکھائی دیتا ہے۔

عبد اللہ انور بیگ نے اس شعر کو لفظی طور پر ترجمہ کیا ہے۔ پہلے مصرع میں 'دماغ اس کا ہے' کو بھی لفظی طور پر ترجمہ کرنے سے مفہوم تک رسائی ممکن نہیں رہی۔ Mind is his کے الفاظ سے متن کا لفظی طور پر ترجمہ تو ہو گیا لیکن معانی ترجمے کی گرفت سے آزاد ہیں۔

کول[۸۰] نے مذکورہ شعر کو ترجمہ کرتے ہوئے غیر ضروری تفصیل و تشریح سے کام لیا ہے۔ تمام عشاق سے تقابل کا ذکر کرنا نامناسب ہے۔ جبکہ نیند کے ساتھ memorized کا لفظ بھی بے محل ہے اور یہ کہنا کہ ‘who loves the night more than day’ بھی نادرست و نامناسب ہے۔ متن میں ایسی کوئی رعایت نہیں ہے کہ

رات کو دن سے زیادہ پسند کرنے کا بے محل تذکرہ کیا جائے۔ شعر کا ترجمہ اس قدر تشریح اور بے محل تفاصیل کے باعث بے روح ہو گیا ہے۔

لکھن پال نے مذکورہ شعر کا منظوم ترجمہ کیا ہے۔ پہلے مصرع کے ترجمہ میں pride کا قافیہ باندھا گیا ہے اور اسی باعث bide کا بے محل قافیہ بھی باندھنا پڑا ہے۔ مترجم نے زلف کی پریشانی کا ذکر تو کر دیا لیکن "زلف کو ٹھہرانے اور جمانے" کا مفہوم محض 'bide' کے قافیہ کے باعث ممکن ہو سکا۔ جبکہ 'whose neck you sight' کے الفاظ مکمل طور پر نادرست بلکہ لغو ہیں۔ اس شعر میں اشارہ اختلاط کی طرف ہے۔ جب اشارہ اختلاطِ جوش کی طرف ہو تو 'you sight' کے لفظ کیسے برتے جا سکتے ہیں؟ خلوت کی بات کو 'you sight' کہہ کر جلوت میں بدل دیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں "دماغ اس کا ہے" سے مراد pride یا تفاخر نہیں بلکہ ذوق و مذاق کے معانی رکھتا ہے اور پھر دماغ کے لفظوں کو ایک گونہ نسبت زلفوں سے بھی ہے۔ مترجم نے رعایت فراموش کر کے ترجمہ میں مفہوم کو ساقط کر دیا ہے۔

صوفیہ سعد اللہ نے اس شعر کا ترجمہ عمدگی سے کیا ہے اور متن کے مفہوم کو مقدم رکھا ہے۔ بجائے لفظی و لغوی طور پر ترجمہ کرنے کے، متن کے مفہوم کی عکاسی کی ہے۔ sheer delight اور wild caresses کے الفاظ سے اختلاط و جوش کی طرف عمدگی سے اشارہ ہو پا رہا ہے۔

مالک رام نے مذکورہ شعر کا ترجمہ کرتے ہوئے 'دماغ اس کا ہے' کو 'great his luck' سے تعبیر کیا ہے۔ حالانکہ غالب نے دماغ کا لفظ ذوق و شوق کے معانی کے طور پر برتا ہے۔ غالب نے دماغ کا لفظ متعدد مقامات پر نظم کیا ہے:

"دل تو دل وہ دماغ بھی نہ رہا
شور سودائے خط و خال کہاں"[۸۱]

"غم فراقمیں تکلیف سیر باغ نہ دو
مجھے دماغ نہیں ہے خندہ ہائے بے جا کا"[۸۲]

درج بالا دونوں اشعار میں 'دماغ' کو ذوق / شوق / خواہش کے معانی کے طور پر نظم کیا گیا ہے اور محولہ مترجمہ شعر میں بھی یہ لفظ اپنے ایسے ہی مفہوم میں نظم ہوا ہے۔ اس لیے اس کو luck یا pride سے کوئی نسبت نہیں ہے۔ غالب نے عاشق کے دماغ کا تذکرہ اگر کیا ہے، تو زلفوں کی پریشانی بھی قابلِ توجہ ہے۔ زلفوں کی خوشبو کو

دماغ سے ایک گونہ رعایت ہے۔ اس لیے اس کا ترجمہ 'great his luck' متن کے مفہوم کی نمائندگی سے قاصر ہے۔

احمد علی نے مذکورہ شعر کا ترجمہ کرتے ہوئے لفظ بہ لفظ ترجمہ نہیں کیا بلکہ متن کی مجموعی فضا کو ترجمے کی گرفت میں لینے کی کوشش کی ہے۔ alone کے لفظ سے تخصص کے پہلو کو نمایاں کیا ہے۔ جبکہ دماغ کے لیے انہوں نے happiness کا لفظ برتا ہے جو متن کی مجموعی فضا کے قریب ہے۔ اسے شوق یا خوشی سے موسوم تو کیا جا سکتا ہے، تفاخر و قسمت کے معانی میں نہیں۔

فیاض محمود کے ترجمہ میں لمبی زلفوں اور محوِ خواب ہونے کے لفظ بے محل و بے جا ہیں۔ زلفوں کی طوالانی کا تذکرہ غالب نے کیا ہے اور نہ ہی محوِ خواب ہونے کا۔ یہ مترجم کے اپنے مذاقِ سلیم کے باعث ممکن ہوا ہے۔

اندر جیت لال نے ترجمہ میں conceit کو بے جا کھپایا ہے۔ شعر میں 'دماغ اس کا ہے' نظم ہوا ہے۔ مترجم نے اسے تکبر و خود پسندی کے معانوں میں ترجمہ کر ڈالا ہے۔ حالانکہ یہاں اس کا مفہوم شوق / خواہش کے معانی رکھتا ہے اور 'o what a treat' یعنی 'کیا ضیافت ہے' کے بے محل الفاظ متن سے قطعی طور پر لاتعلقی کا اعلان کرتے نظر آتے ہیں۔ ضیافت و تقریب کے الفاظ برتنے سے مترجم نے خلوت کی بات کو بھری بزم کی بات بنا دیا ہے۔

داؤد کمال کے ترجمہ میں خود ساختہ تقابل کی فضا پیدا کی گئی ہے۔ 'Than I' کے الفاظ سے جو تقابل کی فضا پیدا کر دی گئی ہے وہ بے محل ہے۔ جبکہ زلف کے لیے آبشار یعنی cascade کا ترجمہ بھی لغو ہے۔ داؤد کمال نے بھی 'دماغ اس کا ہے' کو غلط طور پر ترجمہ کیا ہے۔ 'lucid is his mind' یعنی صحیح الدماغی کا متن کے مفہوم سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔ دماغ کو شوق / خواہش سے نسبت ہے یا محبوب کی زلفوں سے اس کا معنوی ربط ہے۔

اعجاز احمد نے بھی یہی غلطی کی ہے اور اسے peace of mind ترجمہ کر دیا ہے۔ ذہنی کہاں اور شوق وصال اور ذوق وصال کہاں؟

ایڈرین رچ نے بھی اعجاز احمد کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ٹھوکر کھائی ہے۔

غالب کے اس شعر کا سب سے معیاری ترجمہ جناب یوسف حسین خان نے کیا ہے۔ یوسف حسین نے متن کے مفہوم کی رعایات کو سمجھتے ہوئے صحیح طور سے غالب کے مفہوم کی نمائندگی کی ہے۔ 'دماغ اس کا ہے' کے لیے 'His the desire' بہت ہی عمدہ و اعلیٰ ترجمہ ہے۔ یوسف حسین خان نے غالب کے مفہوم کی نمائندگی کی ہے اور اپنے معانی اختراع کرنے سے گریز کیا ہے۔

محمد صادق نے 'دماغ اس کا ہے' کو mental composure ترجمہ کیا ہے۔ ذہنی سکون کو خواہش / ذوق سے کیا علاقہ؟ جبکہ دوسرے مصرعہ کا ترجمہ بھی بہت عمدہ نہیں ہے۔

پریما جوہری کے ترجمہ میں بھی یہی غلطی دہرائی گئی ہے۔ علاوہ ازیں کسی کی چاہت بھری جانب / طرف بیٹھنے کا مفہوم بھی محترمہ کا اختراع کردہ ہے۔ اور 'This is all that matters' متن سے بے متعلق ہے۔

مطلوب الحسن نے 'دماغ اس کا ہے' کا مفہوم سمجھے بغیر 'For him the swollen head' ترجمہ کر دیا ہے۔ دماغ کو swollen head کہہ دینے سے ترجمہ لغوِ محض کی صورت اختیار کر گیا ہے۔

رابرٹ بلائی اور رالف رسل کے تراجم میں 'دماغ اس کا ہے' کو غلط طور سے ترجمہ کیا گیا ہے۔ ان تراجم میں بالترتیب 'quiet mind' اور 'pride for him' کے الفاظ برتے گئے ہیں جو نامناسب اور متن کی فضا سے بے متعلق ہیں۔

سر فراز نیازی کا ترجمہ مناسب ہے اور متن کی نمائندگی میں کسی حد تک کامیاب ہے۔ ثروت رحمان نے کمال کر دکھایا ہے اور پہلے مصرع کے ترجمہ میں سونے کے ساتھ جاگنے کا مفہوم از خود اختراع کر لیا ہے۔ کے۔ سی۔ کینڈا نے بھی 'دماغ اس کا ہے' کو غلط طور سے ترجمہ کرتے ہوئے 'his self-pride' کے الفاظ برتے ہیں اور زلفوں کی پریشانی کے لیے 'recline' یعنی نیم درازی کا مفہوم اختراع کیا ہے۔ زلفوں کی پریشانی کہاں اور ان کی نیم درازی کہاں؟

شوکت جمیل نے 'covetable' کا لفظ برت کر متن کے مفہوم کو ترجمہ میں سمونے کی کوشش کی ہے۔ covetable کے معانی 'شدید آرزو' کے ہیں۔ شدید خواہش کے لفظ سے مفہوم کی نمائندگی ہو پا رہی ہے۔ جبکہ خالد حمید نے شعر کے متن پر غور کرنا مناسب ہی نہیں سمجھا اور لغو ترجمہ کر دیا ہے۔ "رقیب کے بازو پر تمہاری زلفوں کی پریشانی کو نامناسب و ناموزوں خیال فرمانا" متن سے کوئی ربط نہیں رکھتا۔

غالب کے اس شعر کا ترجمہ کرتے ہوئے اکثر مترجمین نے 'دماغ' کے مفہوم کو غلط قیاس کیا ہے اور اسی باعث تراجم میں بھی یہ غلطی بار بار جلوہ نما ہوئی ہے۔ غالب کے اس شعر کا معیاری ترجمہ صرف یوسف حسین خان کا ہی ہے۔ مترجم نے متن کی رعایت کو ملحوظ رکھا ہے اور مفہوم کی ادائیگی میں غالب کے متن کی پیروی کی ہے۔ احمد علی اور سر فراز نیازی کے تراجم بھی متن کے قریب قریب ہیں لیکن بقیہ تمام تراجم میں یہ رعایت متن فراموش ہوئی ہے۔ کلام غالب کے ان تراجم کے تقابلی مطالعہ سے یہ نکتہ مزید روشن ہو کے سامنے آتا ہے کہ غالب کا کلام کچھ ایسا آساں بھی نہیں کہ اسے محض شوق یا مشغلے کی ذیل میں ترجمہ کر دیا جائے۔ ذوق و شوق اپنی جگہ مسلم لیکن کلام و

فکرِ غالب تک رسائی کے لیے ذہن رسا کے ساتھ ساتھ متن کی عبارت، اشارت اور اداؤں سے واقفیت از بس لازم ہے۔ اور متن کی اشارتیں اور ادائیں اسی وقت تصرف میں آسکتی ہیں جب کلاسیکی شعری روایت کا سنجیدہ مطالعہ اور مذاق بھی مترجم کو ودیعت ہو۔ تمام ترجمہ نگاروں نے حسب ذوق، حسب توفیق اور حسب بساط غالب کے کلام کو ترجمہ کیا ہے لیکن کامیابی سے متن کے مفہوم کی نمائندگی صرف ان مترجمین کے ہاں دکھائی دیتی ہے جنھیں کلاسیکی شعری روایت کا پختہ مذاق ہے۔ ورنہ بہت سے کے قامت کی درازی کا بھرم بھی کھل کھل گیا ہے۔ اس ہفت خواں کو طے کرنے میں یوسف حسین خان اور احمد علی کے نام نمایاں ہیں۔

غالب کی شعری کائنات کا مابہ الامتیاز وصف وہ معانی آفرینی ہے، جو استعارہ و ابہام کے باوصف ذہن کی مختلف سمتوں میں سفر کے لیے مہمیز کا کام کرتی ہے اور اس میں الفاظ و تراکیب کے در و بست کے فنکارانہ شعور کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ اس ضمن میں غالب کی خود اپنے کلام کی اصلاح کا احوال درج ہے۔ عنوان چشتی (۱۹۳۷ء- ۲۰۰۴ء) نے غالب کی مذکورہ اصلاح کا تجزیہ کچھ یوں کیا ہے:

"نسخہ حمیدیہ میں مرزا غالب کا ایک مقطع ہے:

"مر گیا صدمۂ آواز سے قم کی غالب
ناتوانی سے حریفِ دمِ عیسی نہ ہوا"

لیکن گلِ رعنا میں اصلاح کے بعد اس طرح نظر آتا ہے:

"مر گیا صدمۂ یک جنبشِ لب سے غالب
ناتوانی سے حریفِ دمِ عیسی نہ ہوا"

غالب کے زیرِ نظر شعر (نسخہ حمیدیہ) میں مندرجہ ذیل عیوب ہیں۔ پہلا مصرعہ خلاف علم و عقل ہے۔ آواز قم سے مردے زندہ ہوتے ہیں۔ اس لیے قم کی آواز سے مرنے کا تصور درست نہیں۔ مصرع سراسر آورد ہے۔ غالب کا اسلوب شعر یہی ہے کہ ان کی غزلوں کے اکثر اشعار تارِ حریرِ دو رنگ کی طرح ہیں۔ یعنی ان میں وجدان و شعار اور آمد و آورد ایک دوسرے سے گتھم گتھا نظر آتے ہیں۔ یہاں بھی یہی کیفیت ہے۔ مگر پہلا مصرعہ آورد ہی آورد ہے۔ اس لیے سراسر تکلف ہے جو ذوق و وجدان پر گراں گزرتا ہے۔ اگرچہ مرزا غالب کے دونوں مصرعوں (نسخہ حمیدیہ اور گلِ رعنا) میں تعقید ہے مگر الفاظ کی ترتیب اور نشست کی وجہ سے مصرع نسخہ حمیدیہ میں تعقید کا رنگ زیادہ گہرا ہے۔ نسخہ حمیدیہ کے مقابلے میں گلِ رعنا کا اصلاح شدہ مصرع زیادہ صاف، سلیس اور شگفتہ ہے۔۔ اصلاح سے یہ تینوں عیب دور ہو گئے۔ پہلا عیب داخلی پہلو سے متعلق ہے اور دو سر دونوں عیوب خارجی پہلو سے متعلق ہیں۔ اسلاح کے بعد یہ شعر خلافِ عقل و علم باتوں سے نہ صرف یہ کہ پاک ہو

گیا بلکہ شعر سے نقصِ روانی، تعقید اور بندش کی خرابی بھی دور ہو گئی۔ اصلاح سے شعر کا تنقیدی اور جمالیاتی رنگ اور زیادہ نکھر گیا ہے اور مفہوم واضح ہو گیا ہے۔"[۵۳]

غالب کی اس فنکارانہ اصلاح کے باعث شعر کے تخلیقی جوہر میں نہ صرف اضافہ ہوا ہے بلکہ تاثر، کیفیت اور جمال آفرینی کو بھی مہمیز ملی ہے۔ الفاظ کے استعمال کا فنکارانہ شعور جس قدر شاعر کے لیے لازم ہے، اسی قدر بلکہ اس سے بھی کہیں زیادہ مترجم کے لیے ضروری ہے۔ الفاظ کی صحیح نشست و برخاست کلام میں حسن و جادو پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ شدت تاثر کو دوچند کر دیتی ہے۔ کلام غالب کا یہ جادو اپنے مترجمین سے تقاضا کرتا ہے کہ وہ الفاظ کے صحیح انتخاب اور ان کی معنوی دبازتوں کے شعور سے آگہی رکھتے ہوئے کلام غالب کا ترجمہ کریں۔ کلامِ غالب کے ان تراجم کے تقابل میں الفاظ برتنے کے فنکارانہ شعور کی جھلک بہت کم دیکھنے کو ملتی ہے اور اس کی بنیادی وجہ کلاسیکی غزل کے لوازم اور شعر میں الفاظ کے معنوی ارتکاز کا فہم نہ ہونا ہے۔

غزل بنیادی طور پر ایک مشرقی صنفِ سخن ہے جس کے اپنے امتیازات اور معیارات ہیں۔ غزل کا ہر شعر، الفاظ کے دروبست، قافیے اور ردیف کے باہمی تناسب سے ایک دنیا خلق کرتا ہے اور انہی عناصر کے باہم امتزاج سے ایک مخصوص فضا اور تاثر جنم لیتا ہے۔ یہاں عبارت، اشارت اور ادا کے ارتکاز کا گہرا شعور مترجم کے لیے از بس لازم ہے۔

حواشی و حوالہ جات:

1. آفتاب احمد، میر، غالب اور اقبال؛ تین صدیاں: تین آوازیں (اسلام آباد: دوست پبلی کیشنز، ۲۰۰۴ء)، ص ۶۷
2. مرزا اسد اللہ خان غالب، دیوانِ غالب، نسخہ عرشی، مرتبہ امتیاز علی خان عرشی (لاہور: مجلسِ ترقی ادب، ۱۹۹۲ء)، ص ۲۳۸
3. عبداللہ انور بیگ، *The Life and Odes of Ghalib* (لاہور: اردو اکیڈمی، ۱۹۴۰ء)، ص ۳۱
4. پی۔ایل۔ لکھن پال [P.L Lakhan Pal] *Ghalib: The man and his Verse*– (دہلی: انٹرنیشنل بکس، ۱۹۲۰ء)، ص ۲۴۹
5. صوفیہ سعد اللہ، *Hundred Verses of Mirza Ghalib* (کراچی: ۱۹۷۵ء)، ص ۱۳
6. مالک رام، *Mirza Ghalib*، (دہلی: نیشنل بک ٹرسٹ، ۱۹۶۸ء) ص ۶۵
7. علی احمد، *Ghalib: Selected Poems* (روم: آئی۔ایم۔ای۔او، ۱۹۶۹ء)، ص ۴۹

۸۔ سید فیاض محمود، Galib: A Critical Introduction (لاہور: پنجاب یونیورسٹی،۱۹۶۹ء) ، ص۲۶۰

۹۔ ایم مجیب، Ghalib: makers of Indian Literature (دہلی: ساہتیہ اکیڈمی،۱۹۶۹ء) ، ص۶۰

۱۰۔ اندرجیت لال،Candle's Smoke: Ghalib's Life and Verse،(دہلی: سلوجا پرکاشن،۱۹۷۰ء)، ص۴۵

۱۱۔ داؤد کمال،Ghalib: Reverbrations (کراچی: مصنف۔۱۹۷۰ء) ن

۱۲۔ علی سردار جعفری / قرۃ العین حیدر،Ghalib And His Poetry (بمبئی: پاپولر پرکاشن،۱۹۶۹ء)، ص۸۲

۱۳۔ اعجاز احمد، Ghazals of Ghalib (نیویارک: کولمبیا یونیورسٹی پریس،۱۹۷۱ء) ، ص۴۷

۱۴۔ ایڈرین رچ، (Adrine Rich)، ایضاً، ص۷۸

۱۵۔ یوسف حسین خان،Urdu Ghazals of Ghalib (نئی دہلی: غالب انسٹیٹیوٹ،۱۹۷۷ء) ص۱۴۲

۱۶۔ خواجہ طارق محمود،Ghalib: Rhymed Translation of Selected Ghazals (لاہور: فیروز سنز،۲۰۰۵ء)، ص۲

۱۷۔ پریما جوہری،Rendrings from Ghalib (نئی دہلی: غالب انسٹی ٹیوٹ،۱۹۹۶ء)، ص۵۱

۱۸۔ ریاض احمد،Ghalib: Interpretations (لاہور: فیروز سنز۔۱۹۹۶ء)، ص۶۱

۱۹۔ رابرٹ بلائی[Robert Bly] The Lightening Should Have Fallen on Ghalib, (نئی دہیلی: روپا اینڈ کمپنی،۱۹۹۹ء)، ص۶۱

۲۰۔ ٹی۔پی-اسرار،Ghalib: Cullings from Diwan (بینگلور: مصنف،۱۹۹۹ء) ، ص۳۱

۲۱۔ مطلوب الحسن سید، MuntakhabKalam-e-Ghalib (لاہور: الوقار،۲۰۰۰ء)، ص ۱۱۱

۲۲۔ رالف رسل،[Ralph Russel] The Seeing Eye،(اسلام آباد: الحمرا،۲۰۰۳ء) ص۲۷۰

۲۳۔ سرفراز نیازی، Love Sonnets of Ghalib (نئی دہلی: روپا اینڈ کمپنی،۲۰۰۲ء) ، ص۴۱۱

۲۴۔ ثروت رحمان، Dewan-e-Ghalib: Complete Translation (نئی دہلی: غالب انسٹی ٹیوٹ، ۲۰۰۳ء)، ص۲۷۹

۲۵۔ کے۔سی۔کانڈا[K.C. Kanda] Mirza Ghalib: Selected Lyrics And Letters, (نئی دہلی: سٹرلنگ، ۲۰۰۴ء)، ص۶۵

۲۶۔ گلزار،Mirza Ghalib: A Biographical Scenario (نئی دہلی: روپا اینڈ کمپنی،۲۰۰۵ء) ، ص۶۵

۲۷۔ راجندر سنگھ رانا،Dewan-e-Ghalib: Selected Ghazals (نئی دہلی: انمول پبلی کیشنز،۲۰۰۵ء)، ص۴

۲۸۔ شوکت جمیل، vox Angelica (لاہور: نیا زمانہ،۲۰۱۰ء) ، ص۱۰۳

۲۹۔ خالد حمید شیدا،Ghalib, The Indian Beloved (امریکہ: مصنف،۲۰۱۰ء)، ص۷۸

۳۰۔ عبد اللہ انور بیگ(۱۹۰۷ء) صحافی، مصنف: مسلم آؤٹ لک، ٹربیون، ایسٹرن ٹائمز اور سول اینڈ ملٹری گزٹ لاہور سے وابستہ رہے۔ ۱۹۳۹ء میں ایل ایل بی کرنے کے بعد لاہور ہائی کورٹ میں وکالت شروع کی۔ Since our fall اور تعمیرِ نو کے علاوہ Poet of the East مشہور تصنیف ہے جو فکرِ اقبال پر انگریزی زبان میں تحریر کی گئی کتب میں ایک ممتاز مقام رکھتی ہے۔

۳۱؎ لکھن پال، صحافی، ادیب، مترجم، لکھن پال ۱۹۵۶ء۱۹۵۷–ء اور ۱۹۵۹ء۱۹۶۰–ء کے دورانیے میں سنٹرل جیل، دلی میں مقید رہے۔ کلامِ غالب کی یہ ترجمانی دورانِ اسیری کی یادگار ہے۔ اس کتاب کے دو حصے ہیں، پہلے حصے میں غالب کے احوال کو ملحوظ رکھا گیا ہے جبکہ دوسرا حصہ تراجم پر مشتمل ہے۔

۳۲؎ صوفیہ سعد اللہ (۱۹۲۴ء۱۹۷۳–ء) مولد و منشا جہان آباد، بہار تھا۔ انگریزی ادب میں بی-اے آنرز کیا اور تقسیمِ ہند کے بعد پاکستان منتقل ہو گئیں۔ ۱۹۲۵ء میں غالب کے ۶۰ متفرق اشعار کا ترجمہ کیا جو انگلستان سے *Selected Verses of Ghalib* کے عنوان سے شائع ہوا اور بعد ازاں مزید ۴۰ اشعار کے تراجم کے اضافے کے ساتھ اسی کتاب کا نقشِ ثانی، بعنوان *Hundred Verses of Mirza Ghalib* کراچی سے ۱۹۷۳ء میں شائع ہوا۔ غالب کی ترجمانی کی ذیل میں مرقعہ کشی کی کوشش بھی کی گئی ہے جو کسی طور بھی متاثر کن نہیں ہے۔ یہ پنسل ورک کولن ڈیوڈ کا ہے۔

۳۳؎ مالک رام (۱۹۰۶ء- ۱۹۹۳ء) مصنف، نقاد اور ممتاز ترین غالب شناس، اردو، فارسی اور عربی زبان کے عالم۔ اپنی ادبی زندگی کا ایک بڑا حصہ غالب پر تحقیق و جستجو میں گزارا۔ غالبیات کی ذیل میں ذکرِ غالب، تلامذہِ غالب، فسانۂ غالب، گفتارِ غالب جیسی کتب وقیع ترین علمی کارناموں میں شمار ہوتی ہیں۔ غالب پر مالک رام کی مرتب کردہ تصانیف حسبِ ذیل ہیں: سبد چیں، گل رعنا، دیوانِ غالب اردو۔ علاوہ ازیں ابو الکلام آزاد کی ترجمان القرآن، غبارِ خاطر اور خطباتِ آزاد بھی مالک رام کی مرتبات میں سے ہیں۔ مالک رام کی شناخت بن جانے والی تخلیق "تذکرہ معاصرین" ہے جو چار جلدوں پر مشتمل ہے، جس میں ۲۰۰ سے زائد شعرا اور ادبی شخصیات کا ذکر موجود ہے۔ کچھ مولانا آزاد کے بارے میں، عورت اور اسلامی تعلیم، وہ صورتیں الٰہی، قدیم دلی کالج بھی مالک رام کی نمایاں تخلیقات ہیں۔

۳۴؎ احمد علی (۱۹۱۰ء۔۱۹۹۴ء) ادیب، ناول نگار، شاعر، مترجم، جدید اردو افسانے کے بنیاد گزار۔ احمد علی کی نمایاں ترین تخلیقات میں *Twilight in Delhi* شامل ہے جس میں برطانوی راج میں مسلمان اشرافیہ کے زوال کو موضوع بنایا گیا ہے۔ انگریزی زبان میں شاعری کے تین مجموعوں *Purple Gold Mountain, First Voices, Selected Poems* کے علاوہ اردو شاعری کے متعدد تراجم بھی کیے جن میں *The Golden Tradition: An anthology of Urdu Poetry* اور *Bulbul and the Rose* نمایاں ہیں۔ احمد علی کا سب سے اہم کارنامہ قرآن مجید کا انگریزی / اردو زبان میں ترجمہ *Al-Quran, A Contemporary Translation* ہے۔

۳۵؎ فیاض محمود (۱۹۰۶ء۔۱۹۹۴ء) افسانہ نگار، استاد، گورنمنٹ کالج لاہور سے ۱۹۳۰ء میں ایم اے انگریزی کیا اور ایک طویل مدت تک اسلامیہ کالج لاہور میں انگریزی زبان و ادبیات کی تدریس کی۔ ازاں بعد رائل انڈین فورس کی ایجوکیشن سروس میں شمولیت اختیار کی اور گروپ کیپٹن کے عہدے سے ریٹائرمنٹ لی۔ ۱۹۲۸ء۱۹۷۲–ء کے دوران پنجاب یونیورسٹی میں تاریخِ ادبیات مسلمانانِ پاک و ہند کے مدیر عمومی کے طور پر خدمات انجام دیں۔ دو افسانوی مجموعے "رنگ و بو" اور "پھول اور کانٹے" شائع ہوئے۔

۳۶؎ محمد مجیب (۱۹۰۶ء۔۱۹۸۵ء) ادیب، ماہر تعلیم اور جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی سے بطور استاد اور شیخ الجامعہ کی حیثیت سے وابستہ رہے۔ اردو اور انگریزی دونوں زبانوں کو وسیلۂ اظہار بنایا۔ اردو زبان میں روسی ادب، دنیا کی کہانی اور تاریخ فلسفہ سیاست اہم

تصانیف ہیں جبکہ انگریزی زبان میں Islamic Influence on the Indian Muslims, Indian Society اور World History: Our Heritage نمائندہ کتب ہیں۔

۳۷۔ اندر جیت لال، ادیب، صحافی: غالب کے کلام کا مختصر ترجمہ کرنے کے علاوہ غالب کی سوانح اور غالب کے خطوط کے حوالے سے بھی انگریزی زبان میں کتب تحریر کیں جو حسب ذیل ہیں: A Short Biography of Mirza Ghalib اور Mirza Ghalib: Life & Letters۔

۳۸۔ داؤد کمال (۱۹۳۵ء۔۱۹۸۷ء) انگریزی زبان کے استاد اور مترجم۔ پشاور یونیورسٹی سے وابستہ رہے۔ انگریزی زبان میں شاعری کی۔ *Compass of Love and Other Poems* ان کا مجموعہ کلام ہے۔ غالب کے علاوہ داؤد کمال نے فیض کی شاعری کے تراجم *Fain In English* اور *Unicorn & The Dancing Girl* کے عنوانات سے کیے ہیں جبکہ *A selection of Verse* میں فیض، قاسمی، منیر اور فراز کی شاعری کے تراجم پیش کیے ہیں۔

۳۹۔ قرۃ العین حیدر (۱۹۲۶ء۔۲۰۰۷ء) اردو زبان کی عظیم مصنفہ: افسانہ، ناول، سفر نامہ، ناولٹ، رپور تاژ، مضامین، غرضیکہ ہر نثری صنف کو وسیلۂ اظہار بنایا۔ ہنری جیمز، واسل ہائی کوف، چینگیز، اعتماد ف، میخائل شولوخوف اور ٹی ایس ایلیٹ کی منتخب نگارشات کا اردو زبان میں ترجمہ کیا۔ *Ghalib and his Poetry* علی سردار جعفری اور قرۃ العین حیدر کی مشترکہ کاوش کا ثمر ہے۔ غالب کا سوانحی حصہ علی سردار جعفری نے تحریر کیا ہے جبکہ غالب کی شاعری کا انتخاب و ترجمہ قرۃ العین حیدر کا ہے۔ بالعموم اس ترجمے کے حوالے سے اردو دنیا بے خبر رہی ہے اور کسی بھی تذکرے میں اس کو فاضل ادیبہ کی نگارشات میں شامل نہیں کیا گیا۔

۴۰۔ اعجاز احمد (۱۹۳۲ء): مارکسی فلسفہ اور ادبی نظریہ سازی کے حوالے سے نمایاں پہچان بنائی۔ امریکہ اور کینیڈا کی متعدد یونیورسٹیوں سے وابستہ رہے۔ فی الوقت *UC Irvine School of Humanities* کے شعبہ تقابلی ادب سے وابستہ ہیں۔ نمائندہ ترین تصنیف In theory: Classes, Nations Literatures ہے جس میں کالونیلزم اور امپیریلزم کے خلاف تحریک میں نظریات اور نظریہ سازوں کا جائزہ لیا گیا ہے۔ دیگر کتب میں In our time: Empire, Politics, Culture اور Iraq, Afghanitan and the Imperialism of our time شامل ہیں۔ Ghazals of Ghalib اعجاز احمد کی کاوش ہے جو امریکی شعراء اور اعجاز احمد کے اشتراک کے باعث ممکن ہو سکی۔ اعجاز احمد نے غالب کی غزلوں کا لفظی ترجمہ مشکل الفاظ کے معانی اور شرح کے ساتھ کیا اور پھر اسے امریکی شعرا کے سامنے پیش کیا کہ وہ ان تراجم، معانی اور شرح سے استفادہ کرتے ہوئے کلام غالب کی ترجمانی کریں۔ یہ کوشش اپنی نوعیت کے لحاظ سے ایک منفرد حیثیت کی حامل ہے۔

۴۱۔ ایڈرین رچ (۱۹۲۱ء۔ ۲۰۱۲ء) شاعر، معلم، نقاد: بیسویں صدی کے دوسرے نصف کی رجحان ساز اور سب سے زیادہ پڑھی جانے والی تانیثیت پسند امریکی شاعرہ۔ پہلا مجموعہ کلام *A change of World* کے عنوان سے شائع ہوا جس کا انتخاب معروف انگریزی شاعر W. H Auden نے کیا۔ اس مجموعہ کے علاوہ ۲۰ سے زائد شعری مجموعے اور نصف درجن سے زائد کتب متفرق مضامین پر مشتمل ہیں۔

۴۲۔ یوسف حسین خان (۱۹۰۲ء- ۱۹۷۹ء) ممتاز غالب و اقبال شناس: اردو، فارسی، عربی، انگریزی اور فرانسیسی زبانوں کے ماہر۔ اردو غزل، حافظ اور اقبال، روحِ اقبال، غالب اور اقبال کی متحرک جمالیات، غالب اور آہنگ غالب کے علاوہ فرانسیسی ادب کی تاریخ مّعروف تصانیف ہیں۔ علاوہ ازیں غالب کی فارسی غزلوں اور اردو غزلوں کا انگریزی زبان میں ترجمہ کیا۔ Urdu Ghazals of Ghalib یوسف حسین خان کی زندگی میں ہی شائع ہو گئی تھی جبکہ Persian Ghazals of Ghalib بعد از وفات شائع ہوئی۔

۴۳۔ طارق محمود (۱۹۲۷ء) مترجم: پنجاب یونیورسٹی سے انجینیئرنگ کی۔ پاکستان آرمی سے وابستہ رہے اور ۱۹۷۹ء میں بریگیڈیر کے عہدے سے ریٹائر ہوئے۔ پنجاب یونیورسٹی سے قانون اور یونیورسٹی آف سدرن کیلیفورنیا سے بین الاقوامی تعلقات میں ڈگریاں حاصل کیں۔ غالب کے علاوہ اقبال، فیض، جوش، ساحر، شکیل اور قتیل شفائی کی شاعری کے انگریزی تراجم بھی فاضل مترجم کی کاوش ہیں۔

۴۴۔ پریما جوہری مترجم، غالب کی منتخب غزلوں کے ایک سو اٹھارہ اشعار کا ترجمہ کیا جو ۱۹۹۶ء میں غالب انسٹی ٹیوٹ نئی دہلی سے شائع ہوا۔

۴۵۔ ریاض احمد (۱۹۲۷ء۔ ۲۰۰۷ء) مترجم، بینکر: غالب کے یہ ترجمان پیشے کے اعتبار سے بینکر تھے۔ اور ایک طویل مدت تک بینک آف پنجاب سے وابستہ رہے۔ کلام غالب کا ترجمہ محض ان کے شوق کی مزدوری ہے۔ غالب کی اس ترجمانی میں منتخب غزلیات کے ساتھ ساتھ متفرق فارسی اشعار، چند رباعیات اور ایک مخمس کا ترجمہ بھی کیا ہے۔ اس مجموعے کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں غالب کی ترجمانی کی ذیل میں کچھ مرقعے بھی شامل کیے گئے ہیں جو مصورِ مشرق عبدالرحمٰن چغتائی کے بھتیجے وحید رومی کے موقلم کا شاہکار ہیں۔ علاوہ ازیں ن-م- راشد کی شاعری کا ترجمہ Hassan The Potter کے عنوان سے کیا۔

۴۶۔ رابرٹ بلائی (۱۹۲۶ء) معروف امریکی شاعر، مترجم: *The Light around the Body, Silence in the Snowy Fields* اور *Iron John: A Book About Men* پہچان بن جانے والی نمایاں تخلیقات ہیں۔ رابرٹ بلائی نے مشرقی شاعری کے تراجم کی ذیل میں بہت کام کیا۔ غالب، حافظ، کبیر اور میرابائی کو امریکی معاشرے میں روشناس کرایا۔

۴۷۔ ٹی-پی- اسرار سابق چیف سیکرٹری کرناٹک، غالب کے ترجمے کے علاوہ دیگر تصانیف حسب ذیل ہیں:

۴۸۔ مطلوب الحسن سید (۱۹۱۵ء-۱۹۸۴ء) صحافی، ادیب، قائد اعظم کے پرائیویٹ سیکرٹری کی حیثیت سے نمایاں ہوئے۔ انگریزی زبان میں قائد اعظم کی سوانح *Muhammad Ali Jinnah: A Political Study* آپ کی مشہور تصنیف ہے۔ غیر مطبوعہ ادبی کاموں میں *The Poetic Moods of Khayyam*، بوستانِ سعدی اور اقبال کے اسرار رموز شامل ہیں۔ علاوہ ازیں احمد جمیل مرزا کے ساتھ مل کر نوری نستعلیق ایجاد کیا۔

۴۸۔ رالف رسل (۱۹۱۸ء- ۲۰۰۸ء) مستشرق، مترجم: رالف رسل نے اپنی زندگی کا ایک قابل لحاظ حصہ سکول آف اورینٹل اینڈ افریقن سٹڈیز میں اردو زبان و ادب کی تدریس میں صرف کیا۔ اردو خدمات کے عوض حکومت پاکستان نے ستارۂ امتیاز سے بھی نوازا۔ اردو ادب بالخصوص غالب شناسی کے ضمن میں رسل کی خدمات قابلِ رشک ہیں۔ رسل کا شمار ان چند مستشرقین میں

نمایاں ہے جنھوں نے کلامِ غالب کو مشرقی شعری روایت کے تناظر میں سمجھنے کی کوشش کی ہے۔ رسل کی نگارشات میں غالب اور کلامِ غالب کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔

۴۹۔ سرفراز نیازی (۱۹۴۹ء) مشہور ادیب و مدیر علامہ نیاز فتح پوری کے صاحبزادے، سائنس دان، مترجم۔ دنیائے طب میں انقلاب لانے والے پاکستانی سائنسدان۔ ادویہ سازی کے شعبہ میں یونیورسٹی آف الینائے، شکاگو سے پی ایچ ڈی کی۔ ادویہ سازی، بائیو ٹیکنالوجی اور کنزیومر ہیلتھ کیئر کے شعبہ کے حوالے سے خدمات قابلِ رشک ہیں۔ ۲۰۰۲ء میں دیوانِ غالب کا مکمل ترجمہ Love Sonnets Of Ghalib کے نام سے کیا۔ اور بعد ازاں Wine Of Passion کے عنوان سے اسی کا نقشِ ثانی تیار کیا۔

۵۰۔ ثروت رحمان، مترجم: ثروت رحمان نے دیوانِ غالب کا مکمل منظوم ترجمہ کیا۔ اس مجموعہ میں غالب کے متداول دیوان کی تمام غزلیات کے علاوہ قطعات، قصائد اور رباعیات کا ترجمہ بھی شامل ہے۔ علاوہ ازیں نسخہ حمیدیہ اور اردوئے معلّٰی سے بھی منتخب اشعار کا ترجمہ کرنے کی مساعی کی گئی ہے۔ ثروت رحمان نے یوسف حسین خان کے ترجمے Urdu Ghazals of Ghalib سے استفادہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہ الگ بات کہ یوسف حسین خان کے تراجم بھی معیار و صحت کے اعتبار سے قابلِ استناد نہیں۔ علاوہ ازیں An Introduction to Ghalib's Poetry بھی ثروت رحمان کی تصنیف ہے جس میں غالب کی شاعری کو سمجھنے کی کوشش کی گئی ہے۔

۵۱۔ کے-سی-کانڈا، معلم، مترجم۔ سابق ریڈر شعبہ انگریزی دہلی یونیورسٹی، یعنیورسٹی آف نوٹنگھم برطانیہ سے انگریزی میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ اردو شاعری کے انگریزی تراجم پر قریباً ۱۲ سے زائد کتب شائع ہو چکی ہیں۔ میر، غالب، بہادر شاہ ظفر، اقبال، فراق، گورکھپوری، فیض کی شاعری کے تراجم کے علاوہ اردو نظم، اردو غزل، مزاحیہ اردو شاعری اور دوہوں کے منتخب انگریزی تراجم بھی ڈاکٹر کانڈا کے قلم کا نتیجہ ہیں۔

۵۲۔ گلزار (۱۹۳۶ء) مشہور شاعر، افسانہ نگار، نغمہ نگار، فلم ڈائریکٹر، ڈراما نگار۔ اصل نام سمپورن سنگھ کالرا ہے۔ گلزار کی پہلی کتاب راوی پار تقسیمِ ہند کے موضوع پر ہے۔ شاعری کے اب تک چھے مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ جن میں چاند پکھراج کا، رات پشمینے کی، جانم، تروینی، پلوٹو اور پندرہ پانچ پچھتر شامل ہیں۔ جبکہ دھواں اور دستخط افسانوی مجموعے ہیں۔

۵۳۔ راجندر سنگھ رانا (۱۹۳۲ء) پیدائش سری نگر، پیشے کے اعتبار سے انجینئر، بنارس ہندو یونیورسٹی سے انجینیرنگ کی، جہاں اس دوران میں فراق گورکھپوری اور دیگر نامور شعرا سے کسبِ فیض کا موقع ملا۔ غالب کی ۶۸ منتخب غزلوں کا انگریزی میں ترجمہ کیا۔

۵۴۔ شوکت جمیل، انجینیئر، مترجم: غالب کے یہ ترجمان پیشے کے اعتبار سے انجینیئر ہیں۔ Vox Angelica کلامِ غالب کا ایسا ترجمہ ہے جس میں متداول دیوان غالب کے ساتھ ساتھ ضمیمہ کے اشعار بھی ترجمہ کیے گئے ہیں۔ علاوہ ازیں قصائد، قطعات، سلام، مرثیہ، رباعیات، مثنویات اور متفرق اشعار کی بھی ترجمانی کی گئی ہے۔

۵۵۔ خالد حمید شیدا (۱۹۲۹ء) کلامِ غالب کے یہ مترجم پیشے کے اعتبار سے ڈاکٹر ہیں اور امریکہ میں مقیم ہیں۔ شیدا نے کلامِ غالب کے علاوہ حافظ، خسرو، فیض کی شاعری کو انگریزی زبان میں ترجمہ کیا۔ علاوہ ازیں غزلیاتِ حافظ، غزلیاتِ خسرو، غزلیاتِ

غالب فارسی اور زبورِ اقبال کے عنوان سے علامہ اقبال کی فارسی شاعری کا منظوم اردو ترجمہ بھی فاضل مترجم کے ے اشہبِ قلم کا نتیجہ ہیں۔

۵۶۔ مرزا اسد اللہ خان غالب،دیوانِ غالب،نسخہ عرشی،مرتبہ امتیاز علی خان عرشی(لاہور: مجلسِ ترقی ادب،۱۹۹۲ء)،ص۲۳۸

۵۷۔ عبد اللہ انور بیگ، *The Life and Odes of Ghalib*، ص ۱۳۲

۵۸۔ جے۔ایل۔کول،[J.L. Kaul] *Interpretations of Ghalib*، ص۸۵

۵۹۔ پی۔ایل۔لکھن پال [P.L Lakhan Pal] *Ghalib: The man and his Verse*، ص۲۴۹

۶۰۔ صوفیہ سعد اللہ، *Hundred Verses of Mirza Ghalib*، ص۷۶

۶۱۔ مالک رام۔ *Mirza Ghalib*، ص۷۶

۶۲۔ احمد علی۔ *Ghalib: Selected Poems*، ص۵۰

۶۳۔ سید فیاض محمود، *Galib: A Critical Introduction*، ص۲۶۰

۶۴۔ اندر جیت لال، *Candle's Smoke: Ghalib's Life and Verse*، ص۴۵

۶۵۔ داؤد کمال، *Ghalib: Reverbrations*، ص:ن

۶۶۔ اعجاز احمد، *Ghazals of Ghalib*، ص۴۷

۶۷۔ ایڈرین رچ (Aderine Rich) ،ایضاً، ص۶۸

۶۸۔ یوسف حسین خان، *Urdu Ghazals of Ghalib*، ص۱۴۲

۶۹۔ محمد صادق، *A History of Urdu Literature* (کراچی: آکسفورڈ یونیورسٹی پریس،۱۹۸۵ء) ، ص۲۶۴

۷۰۔ پریما جوہری، *Rendrings from Ghalib*، ص۴۳

۷۱۔ رابرٹ بلائی[Robert Bly], *The Lightening Should Have Fallen on Ghalib*، ص۴۷

۷۲۔ مطلوب الحسن سید، *MuntakhabKalam-e-Ghalib,*، ص۱۱۵

۷۳۔ رالف رسل،[Ralph Russel], *The Seeing Eye*، ص۲۷۱

۷۴۔ سرفراز نیازی، *Love Sonnets of Ghalib*، ص۴۱۳

۷۵۔ ثروت رحمان، *Dewan-e-Ghalib: Complete Translation*، ص۲۸۰

۷۶۔ کے۔سی۔کانڈا[K.C. Kanda], *Mirza Ghalib: Selected Lyrics And Letters*، ص۱۳۷

۷۷۔ شوکت جمیل، *vox Angelica*، ص۱۰۴

۷۸۔ خالد حمید شیدا، *Ghalib, The Indian Beloved*، ص۷۸

۷۹۔ جے-ایل-کول (۱۹۰۰ء۱۹۸۶-ء) معلم، مترجم: ایس پی کالج سری نگر میں انگریزی زبان کے استاد رہے اور وہیں بطور پرنسپل ریٹائرڈ ہوئے۔ جموں و کشمیر اکیڈمی آف آرٹس اینڈ کلچر سے بھی بطور سیکرٹری وابستہ رہے۔ غالب کی اس ترجمانی کے

علاوہ *Kashmiri Lyrics* وہ کتاب ہے جس میں کشمیر کے شاعروں کے کلام کا انگریزی زبان میں ترجمہ کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں کول کی دیگر تصانیف میں *LalDed* اور *Studies in Kasmiri* ہیں۔

۸۰ مرزا اسد اللہ خان غالب، دیوانِ غالب، نسخہ عرشی، مرتبہ امتیاز علی خان عرشی (لاہور: مجلسِ ترقی ادب، ۱۹۹۲ء)، ص ۲۲۳

۸۱ ایضاً، ص ۱۶۹

۸۲ عنوان چشتی، "فن اصلاح سخن۔ غالب کے حوالے سے" مشمولہ تنقیدات مرتبہ پروفیسر نذیر احمد (نئی دلی: غالب انسٹی ٹیوٹ، ۱۹۹۶ء)، ص ۴۱۳-۴۱۲